بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلمان ہونے کے بعد کوئی وصیت کرنی ہو تو اس کا حکم

دارالافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)

سوال

مسلمان ہونے کے بعد جب وصیت تیار کریں گے، تو کیا وہ اس وصیت سے مختلف ہوگی جو پہلے اپنے سابقہ مذہب کے اعتبار سے بنائی تھی اور کیسے ہوگی؟

جواب

مسلمان ہونے کے بعد جب کوئی شخص وصیت تیار کرتا ہے تو عموماً اس کی بنیاد اور اصول وہ نہیں رہتے جو کہ سابقہ مذہب یا غیر اسلامی قوانین میں ہوتے ہیں، بلکہ اسلامی شریعت میں وصیت کے لیے خاص حدود اور ضوابط مقرر ہیں جو اسے دیگر نظاموں سے جدا کرتے ہیں اور ان میں حقوق العباد اور وراثت کا نظام متوازن اور منصفانہ رہتا ہے۔ لہذا مسلمان ہونے کے بعد تیار کی جانے والی وصیت، سابقہ مذہب کے اعتبار سے بنائی جانے والی وصیت سے کئی اعتبارات سے مختلف ہو سکتی ہے۔

پہلی یہ کہ اسلامی قانون میں کوئی بھی شخص اپنے ورثاء کی موجودگی میں اپنے پورے مال کی وصیت نہیں کرسکتا، بلکہ وہ صرف اپنے کل ترکے کے ایک تہائی (1/3) حصے میں وصیت کرنے کا مجاز ہوتا ہے۔ اگر کوئی ایک تہائی سے زیادہ مال کی وصیت کرے تو ایسی وصیت معتبر نہیں ہوتی۔ لہذا اگر شرعی ورثاء کے موجود ہوتے ہوئے سابقہ وصیت کُل مال کی تھی، تو اب اسلام قبول کرنے کے بعد زیادہ سے زیادہ تہائی مال کی وصیت ہوسکے گی۔

دوسری یہ کہ اسلامی شریعت میں جو افراد قرآن و سنت کی روشنی میں شرعی وارث قرار پاتے ہیں (جیسے اولاد، والدین، زوجہ)، ان کے حق میں وصیت کرنا، جائز نہیں ہوتا، کیونکہ ان کا حصہ اللہ تعالیٰ نے خود مقرر کردیا ہے، لہذا اسلامی اصولوں کے مطابق ورثاء کے لیے کی جانے والی وصیت بھی معتبر نہیں ہوتی۔ البتہ تہائی سے زائد مال کی وصیت اور وارث کے لیے کی گئی وصیت کا نفاذ ورثاء کی اجازت سے ممکن ہوتا ہے اور اس میں تفصیل ہے جو کتب فقہ میں موجود ہے۔

واضح رہے کہ غیر مسلم اور مسلمان کے درمیان وراثت جاری نہیں ہوتی، یعنی نہ غیر مسلم مسلمان کا وارث بنتا ہے اور نہ مسلمان غیر مسلم کا وارث بنتا ہے۔ اس اعتبار سے مسلمان ہونے سے پہلے کسی وارث کے لیے کی گئی وصیت اسلام قبول کرنے کے بعد مطلقاً باطل قرار پائے، یہ ضروری نہیں، بلکہ ممکن ہے کہ شرعی حیثیت بدلنے کے بعد اس کی نوعیت بھی مختلف ہوجائے۔

تیسری یہ کہ اسلام میں شرک اور گناہ کے کاموں بلکہ ہر ایسے کام کی وصیت جو شریعت مطہرہ کے قوانین کے خلاف ہو تو ایسی وصیت کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ لہذا اگر سابقہ وصیت کسی ایسے کام کی تھی جو اسلام میں قربت و عبادت نہ ہو، یا کسی شرک و گناہ کے کام کی وصیت ہو، تو اب ایسی وصیت نہیں ہو سکے گی۔

یہاں وصیت کے معاملے میں چند بنیادی چیزوں کو بیان کیا گیا ہے، ورنہ سابقہ وصیت کو دیکھ کر کئی امور میں اختلاف اور تبدیلی ممکن ہے۔ بہر حال اگر کسی شخص نے سابقہ مذہب، یا کسی غیر اسلامی نظام کے مطابق کوئی وصیت تیار کی ہو تو اسلام قبول کرنے کے بعد یہ ضروری نہیں کہ پہلے سے تیار کردہ وصیت اپنی سابقہ صورت پر برقرار رہے، بلکہ اس کی حیثیت اسلامی احکام کے مطابق دیکھی جائے گی۔ اگر وہ وصیت اسلامی اصولوں کے مطابق بھی درست قرار پائے تو معتبر ہوگی، ورنہ نہیں۔

تہائی سے زائد مال کی وصیت جائز نہیں۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے: "قال: "ولا تجوز بما زاد على الثلث" لقول النبي عليه الصلاة و السلام في حديث سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه: "الثلث والثلث كثير" بعد ما نفى وصيته بالكل والنصف، ولأنه حق الورثة، وهذا لأنه انعقد سبب الزوال إليهم وهو استغناؤه عن المال فأوجب تعلق حقهم به، إلا أن الشرع لم يظهره في حق الأجانب بقدر الثلث ليتدارك مصيره على ما بيناه، وأظهره في حق الورثة لأن الظاهر أنه لا يتصدق به عليهم تحرزا عما يتفق من الإيثار على ما نبينه، وقد جاء في الحديث "الحيف في الوصية من أكبر الكبائر" وفسروه بالزيادة على الثلث وبالوصية للوارث. قال: "إلا أن يجيزه الورثة بعد موته وهم كبار لأن الامتناع لحقهم وهم أسقطوه" ترجمہ: **مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:** اور تہائی مال سے زیادہ کی وصیت جائز نہیں۔ اس کی دلیل حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکمل مال اور نصف مال کی وصیت سے منع فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا: "تہائی مال، اور تہائی بھی بہت ہے۔" نیز اس لیے بھی کہ ترکہ میں ورثہ کا حق متعلق ہو جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ مرنے والے کے مال سے بے نیاز ہو جانے کی بنا پر مال کے ورثہ کی طرف منتقل ہونے کا سبب قائم ہو گیا، لہٰذا ان کا حق اس مال کے ساتھ متعلق ہو گیا۔ البتہ شریعت نے اجنبی لوگوں کے حق میں ایک تہائی تک اس حق کو ظاہر نہیں کیا تاکہ انسان اپنی آخرت کی کچھ تلافی کر سکے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا۔ جبکہ ورثہ کے حق میں اس حق کو ظاہر کر دیا، کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ آدمی ان پر صدقہ نہیں کرتا، اس سے بچاؤ کے لیے جو کسی کو ترجیح دینے کی وجہ سے پیش آ سکتی ہے، جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔ اور حدیث میں آیا ہے: "وصیت میں ظلم کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔" فقہاء نے اس ظلم کی تفسیر تہائی سے زیادہ وصیت کرنے اور وارث کے لیے وصیت کرنے سے کی ہے۔ پھر فرمایا: "مگر یہ کہ ورثہ مرنے کے بعد اس کی اجازت دے دیں اور وہ بالغ ہوں" کیونکہ ممانعت دراصل ورثہ کے حق کی وجہ سے ہے، اور انہوں نے خود ہی اپنا حق ساقط کر دیا۔ (الھدایہ، کتاب الوصایا، جلد 4، صفحہ 514، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

وارث کے لیے وصیت جائز نہیں۔ چنانچہ الجوہرۃ النیرۃ علی مختصر القدوری میں ہے: "قوله (ولا تجوز الوصية للوارث) لقوله عليه السلام «إن الله قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث»؛ ولأنه حيف وقد قال عليه السلام «الحيف في الوصية من أكبر الكبائر» وفسروه بالوصية للوارث وبالزيادة على الثلث ويعتبر كونه وارثا عند الموت لا وقت الوصية فمن كان وارثا وقت

الوصية غير وارث وقت الموت صحت له الوصية ومن كان غير وارث وقت الوصية ثم صار وارثا وقت الموت لم تصح له الوصية۔۔۔(إلا أن يجيزها الورثة) يعني بعد موته وهم أصحاء بالغون لأن الامتناع لحقهم فيجوز بإجازتهم" ترجمہ: مصنف کا قول: (وارث کے لیے وصیت جائز نہیں) اس کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہے: "بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کو اس کا حق دے دیا ہے، لہٰذا وارث کے لیے وصیت نہیں۔" اور اس لیے بھی کہ یہ ظلم و ناانصافی ہے، جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "وصیت میں ظلم کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔" فقہائے کرام نے اس ظلم کی تفسیر وارث کے لیے وصیت کرنے اور تہائی سے زیادہ وصیت کرنے سے کی ہے۔ اور وارث ہونے کا اعتبار موت کے وقت کیا جائے گا، نہ کہ وصیت کے وقت۔ لہٰذا جو شخص وصیت کے وقت وارث تھا مگر موت کے وقت وارث نہ رہا، اس کے لیے وصیت درست ہوگی۔ اور جو وصیت کے وقت وارث نہ تھا پھر موت کے وقت وارث بن گیا، اس کے لیے وصیت درست نہیں ہوگی۔۔۔(مگر یہ کہ ورثاء اسے جائز قرار دے دیں) یعنی میت کی وفات کے بعد، جبکہ ورثاء صحت مند (مریض نہ ہوں) اور بالغ ہوں، کیونکہ ممانعت ان ہی کے حق کی وجہ سے ہے، لہٰذا ان کی اجازت سے جائز ہو جائے گی۔ (الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الوصایا، جلد2، صفحہ 287، المطبعۃ الخیریۃ)

بہار شریعت میں ہے: "وصیّت ثلث مال سے زیادہ کی جائز نہیں، مگر یہ کہ وارث اگر بالغ ہیں اور نابالغ یا مجنون نہیں اور وہ موصی (وصیت کرنے والے) کی موت کے بعد ثلث مال سے زائد کی وصیّت جائز کر دیں، تو صحیح ہے۔ موصی کی زندگی میں اگر وارثوں نے اجازت دی تو اس کا اعتبار نہیں۔ موصی کی موت کے بعد اجازت معتبر ہے۔۔۔ احناف کے نزدیک وارث کے لیے وصیّت جائز نہیں، مگر اس صورت میں جائز ہے کہ وارث اس کی اجازت دے دیں اور یہ اجازت موصی کی حیات میں معتبر نہیں، یہاں تک کہ اگر وارثوں نے موصی کی حیات میں اجازت دی تھی، پھر بھی انھیں موصی کی موت کے بعد رجوع کر لینے کا حق ہے۔" ملتقطاً

مزید اسی میں ہے: "جس وصیّت کا جواز و نفاذ (جائز و نافذ ہونا) ورثہ کی اجازت پر ہے اُن میں اگر بعض ورثہ نے اجازت دے دی اور بعض نے اجازت نہ دی یعنی بعض نے رد کر دی تو اجازت دینے والے ورثہ کے حصہ میں نافذ ہوگی اور دوسرے کے حق میں باطل۔ ہر وہ مقام جہاں ورثہ کی اجازت کی حاجت ہے اس اجازت میں شرط یہ ہے کہ مجیز اہل اجازت سے ہو مثلاً بالغ اور عاقل اور صحیح یعنی غیر مریض ہو (جو مرض الموت میں بتلا نہ ہو)۔" (بہارِ شریعت، حصہ 19، جلد3، صفحہ 938-940، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مسلمان اور کافر کے درمیان وراثت جاری نہیں ہوتی، چنانچہ بحر الرائق میں ہے: "واختلاف الدين أيضا يمنع الإرث والمراد به الاختلاف بين الإسلام والكفر بقوله صلى الله عليه وسلم «لا يرث المسلم الكافر ولا الكافر المسلم»" ترجمہ: اور دین کا اختلاف بھی وراثت کو مانع ہے، اور اس سے مراد اسلام اور کفر کا اختلاف ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے ثابت ہے کہ "مسلمان کافر کا وارث نہیں بنتا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں بنتا۔" (بحر الرائق، جلد8، صفحہ 571، دار الکتاب الاسلامی، بیروت)

گناہ کے کام کی وصیت باطل ہے، چنانچہ ہدایہ میں ہے: ”والوصية بالمعصية باطلة لما في تنفيذها من تقرير المعصية“ **ترجمہ:** اور گناہ کے کام کی وصیت باطل ہے، کیونکہ اس کے نافذ کرنے میں گناہ کو برقرار رکھنا پایا جاتا ہے۔ (الھدایہ، کتاب الوصایا، جلد4، صفحہ 536، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

الاختیار لتعلیل المختار میں ہے: ”الوصية للنوائح والمغنيات فإنه لا يجوز؛ لأنه معصية عندنا وعندهم وفي جميع الأديان فلا وجه إلى الجواز“ **ترجمہ:** نوحہ کرنے والی عورتوں اور گانے بجانے والی عورتوں کے لیے وصیت کرنا، جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ ہمارے (مسلمانوں) نزدیک بھی اور ان (دوسرے مذاہب) کے نزدیک بھی اور تمام ادیان میں گناہ اور معصیت ہے، اس لیے اس کے جواز کی کوئی وجہ نہیں۔ (الاختیار لتعلیل المختار، جلد4، صفحہ 584، مطبوعہ قاھرۃ)

بدائع الصنائع میں ہے: ”ولو أوصى المسلم لبيعة أو كنيسة بوصية، فهو باطل؛ لأنه معصية“ **ترجمہ:** اور اگر مسلمان کسی گرجا (عیسائیوں کی عبادت گاہ) یا کلیسا (یہودیوں کے عبادت خانے) کے لیے وصیت کرے تو وہ باطل ہے، کیونکہ یہ گناہ ہے۔ (بدائع الصنائع، جلد7، صفحہ 341، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

تاریخ اجراء: 08ذوالحجۃ الحرام 1447ھ/25مئی 2026ء

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.fatwaqa.com
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net